اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

”دین کی ضروری باتیں“ (part 02c)

91 ”مدینے میں حاضر ہیں مگر!“

مولانا محمد شریف رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں میں حج کے لیے مکہ پاک گیا پھر مدینہ پاک حاضر ہوا۔ اب میں نبی پاک صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضری کے لیے مسجدِ نبوی کے پاس پہنچا تو گنبد خضراء کے سامنے ایک سفید داڑھی والے اور بہت نورانی چہرے والے بزرگ کو دیکھا جو پیارے آقا صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مزار مبارک کی طرف منہ کرکے ادب سے دوزانو (جیسے نماز میں بیٹھتے ہیں) کچھ پڑھ رہے تھے پھر مجھے معلوم ہوا کہ یہ تو عرب شریف کے بہت بڑے عالم حضرت علامہ یوسف بن اسماعیل نَبہانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ ہیں، میں آپ کے چہرے کی نورانیت اور رونق دیکھ کر بہت حیران ہوا پھر میں آپ کے قریب جاکر بیٹھ گیا اور سلام کیا اور ہاتھ ملایا، میں نے علامہ اسماعیل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے عرض کی: حضور میں ہندوستان (India) سے آیا ہوں میں نے آپ کی کتابیں بھی پڑھی ہیں اور مجھے آپ سے بہت محبت ہے۔ پھر میں نے آپ سے عرض کیا: حضور آپ پیارے آقا صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مُبارک روضے سے اتنا دور کیوں بیٹھے ہیں؟ میری یہ بات سن کر آپ رونے لگے اور روتے روتے فرمایا: میں اس لائق کہاں کہ پیارے آقا صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے قریب جاؤں۔ اس کے بعد میں ان کے گھر کئی مرتبہ حاضر ہوا میں نے آپ کو پیارے آقا صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے بہت زیادہ محبت کرنے والا پایا۔ (جواہر البحار مترجم، پیش لفظ، ص۱۰)

اس حکایت (سچے واقعے) سے ہمیں یہ درس (lesson) ملا کہ بزرگانِ دین نبی کریم صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے روضہ مُبارک (یعنی مزار شریف) کا بہت ادب کرتے تھے اور نیک ہونے کے باوجود خود کو گناہگار سمجھتے تھے۔ ہمیں بھی پیارے آقا صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم، آپ کے مزار اور جالیوں کا ادب کرنا چاہیے۔ جب مدینے پاک حاضری ہو تو ہرگز ہرگز جالیوں کی طرف پیٹھ (کمر) نہیں کرنی بلکہ اپنا چہرہ (منہ) پیارے آقا صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مزار

مبارک کی طرف کرنا ہے۔

تعارُف(Introduction):

علامہ یوسف بن اسماعیل نَبہانی رَحمَۃُ اللہِ عَلَیْہ زبر دست عاشقِ رسول، اللہ پاک کے ولی اور بہت بڑے عالمِ دین تھے۔ آپ 1849 سن عیسوی میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق عرب شریف سے ہے۔ آپ عبادت کے علاوہ فتوی دینے، کتابیں لکھنے کی وجہ سے بہت مصروف رہتے مگر پھر بھی حرمین شریفین یعنی مکۃ المکرمہ اور مدینۃ المنورہ بار بار حاضری کے لیے جاتے رہتے تھے۔ آپ سچے عاشق رسول تھے یہی وجہ ہے کہ آپ نے دیگر کتابوں کے ساتھ ساتھ درود پاک اور پیارے آقا صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے فضائل پر بہت بہترین کتابیں لکھیں جنہیں پڑھ کر آج بھی عاشقانِ رسول فائدہ اٹھاتے ہیں۔ جب آپ نے اپنی زندگی کی آخری کتاب لکھی تو خواب میں پیارے آقا صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی زیارت ہوئی پیارے آقا صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے آپ کی کتاب کو اپنے سینے سے لگایا، آپ رَحمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے عرض کی: یارسول اللہ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم اب آپ سے دور نہیں رہا جاتا۔ اسی حالت میں آپ کا انتقال ہو گیا ۔(جواہر البحار مترجم، پیش لفظ، ص۹ تا ۱۲)

اللہ کے ولی کی شان:

نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اولیاء کرام کی فضیلت کے بارے میں فرمایا: اللہ پاک کی مخلوق میں اس کے کچھ خاص بندے (یعنی ولی) ہیں کہ جنہیں اللہ پاک عافیت (یعنی امن وسلامتی) کے ساتھ زندہ رکھتا ہے، اور انہیں عافیت میں ہی موت عطا فرماتا ہے اور انہیں جنّت میں بھی عافیت کے ساتھ داخل فرمائے گا۔(الاولیاء لابی الدنیا، ص۱۰)

---

92 "پانی پر چلنے والے بزرگ"

ایک مرتبہ سردی کے موسم سے پہلے حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندی رَحمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے اپنے ایک مرید سے فرمایا کہ اس مرتبہ سردی سے بچنے کے لیے لکڑیاں زیادہ جمع کرلینا۔ آپ کے حکم کے مطابق بہت ساری لکڑیاں جمع کرلی گئیں تو دوسرے ہی دن سے برف باری (snowfall) شروع ہوگئی اور یہ برف باری چالیس دن تک جاری

رہی۔ اس دوران آپ نے اپنے ایک مرید کو اپنے ساتھ چلنے کا حکم دیا اور جہاں جانا تھا وہاں تک پہنچنے میں تین دن پیدل چلنے کا راستہ (walking distance) تھا۔ جب راستے میں پانی کی ندی آئی تو آپ نے مرید سے فرمایا: پانی پر پیر رکھو اور چلتے رہو، مرید نے دیکھا کہ پانی بہت گہرا (deep water) ہے تو وہیں رُک گیا۔ آپ نے پھر مرید کو فرمایا کہ چلو تو اُس نے چلنا شروع کر دیا۔ حضرت خواجہ بھی ان کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے جب پانی سے آگے نکل آئے تو حضرت خواجہ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه نے مرید سے فرمایا: اپنے موزے (socks) دیکھو کہ ان پر پانی تو نہیں لگا! مرید نے اپنے موزے دیکھے تو اللہ پاک کے کرم سے موزہ پانی سے گیلا (wet) نہیں ہوا تھا۔ (تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص ۱۵۲)

اس سچے واقعے سے پتا چلا کہ اللہ پاک نے اپنے ولیوں کو ایسی طاقتیں دی ہیں کہ چاہیں تو گہرے پانی میں چلیں اور دوسروں کو چلا دیں اور یہ سب اللہ پاک ہی کا کرم ہے۔

تعارُف (Introduction):

حضرت خواجہ محمد بہاؤ الدین نقشبند 718 ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپ شریعت کے اصولوں کے مطابق زندگی گزارتے تھے، کھانا اکثر اپنے ہاتھوں سے بناتے اور دستر خوان پر بیٹھے ہوئے مُریدوں کو اپنے ہاتھوں سے تقسیم فرماتے تھے۔ آپ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه (پیری مریدی کے) سلسلہ نقشبندیہ کو شروع کرنے والے ہیں۔ آپ نے بے شمار لوگوں کو برائیوں کے راستے سے ہٹا کر نیکیوں کے راستے پر چلایا۔ (انسائیکلوپیڈیا اولیاء کرام، ص ۵۸، ۵۹ ملخصاً)

اللہ کے ولی کی شان:

فرمانِ آخری نبی صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: کیا میں تمہیں ان لوگوں کے بارے میں خبر نہ دوں جو جنّت کے بادشاہ ہیں؟ عرض کی گئی: کیوں نہیں۔ فرمایا: وہ کمزور اور ناتواں شخص (جنّت کا بادشاہ ہے) جو پھٹے پرانے کپڑے پہنتا ہو اور لوگ اس کی پرواہ نہ کرتے ہوں لیکن اگر وہ اللہ پاک کے بھروسے پر کسی چیز کی قسم کھالے تو اللہ پاک اُسے پورا فرما دے گا۔ (ابن ماجۃ، کتاب الزھد، باب من لا یؤبہ لہ، ۴/۴۲۹، حدیث: ۴۱۱۵)

---

93 ”اولیائے کرام رَحمۃُ اللہِ عَلَیْہِم کی طاقت“

{} کرامتِ اولیا حق ہے، اِس کا انکار کرنے والا گمراہ اور بہت بُرا شخص ہے {} اللہ پاک اپنے فضل سے نبی کے وسیلے سے ولی کو چھپی ہوئی باتوں کا علم بھی عطا فرماتا ہے (جیسے: حضرتِ عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے ایک مرتبہ مدینہ شریف میں خطبہ کے دوران سینکڑوں میل دور عراق کے ایک علاقے ”نَہاوند“ میں موجود حضرتِ سارِیہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کو پکارا: یَا سَارِیَۃَ الْجَبَل (یعنی اے ساریہ! پہاڑ کی طرف سے ہوشیار ہو جاؤ) پہاڑ کے پیچھے سے دشمن حملہ کرنے والا تھا، وہاں موجود لوگوں نے یہ آواز سُنی اور اس طرح وہ دشمنوں کے حملے سے بچ گئے۔ یہ آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی کرامت تھی کہ اتنے دور سے عراق کے ایک علاقے میں ہونے والی جنگ کا حال معلوم بھی کرلیا اور وہیں سے حضرت ساریہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کو بتا بھی دیا) {} اللہ پاک کی عطا سے، ولی کی کرامت لوگوں کو نظر آجاتی ہے یعنی اللہ کے ولی ایسے کام کرتے ہیں جن کو عام انسان کر ہی نہیں سکتا کہ وہ کام عادۃ (as per practice) نہیں ہوتے۔ جیسے: مردہ زندہ کر دینا، پیدائشی اندھے کو آنکھیں دے دینا، سینکڑوں بلکہ ہزاروں میل (miles) کا فاصلہ چند لمحوں میں طے کرلینا وغیرہ۔ یاد رہے کہ ولی کو بہت طاقت حاصل ہوتی ہے مگر جتنی بھی طاقت ہو سب اللہ پاک ہی نے دی ہے، اللہ پاک کی قدرت سب سے زیادہ ہے اور اللہ پاک کی قدرت ایسی ہے کہ اُسے کسی اور نے یہ قدرت نہیں دی اور اس نے انبیاء کرام اور اولیائے کرام کو طاقت عطا فرمائی ہے (چنانچہ ۞ مدرسہ شامیہ کے اُستاد حضرتِ شیخ زین الدین شافعی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے دعا کی تو چھت سے گر کر مر جانے والا بچّہ زندہ ہو گیا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین، ص۶۰۹ ملخصاً) ۞ مشہور ہے کہ بغداد شریف میں چار بزرگ ایسے گزرے ہیں جو پیدائشی اندھوں اور کوڑھ (leprosy) کے مریضوں کو اللہ پاک کے حکم سے شفا دیتے تھے اور اپنی دعاؤں سے مُردوں کو زندہ کر دیتے تھے، اُن میں سے ایک حضور غوثِ پاک شیخ عبد القادر جیلانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ بھی تھے۔ (بہجۃ الاسرار، ص۱۲۴) ۞ منقول ہے کہ طرسوس کی جامع مسجد میں ایک ولی ہوتے تھے۔ اُنہیں کعبہ شریف کی زیارت کی خواہش ہوئی، چنانچہ اُنہوں نے اپنا سَر گریبان میں ڈالا اور چند لمحوں (moments) میں گریبان سے باہر نکالا تو

وہ مسجدُ الحَرَم (مکّہ شریف) میں موجود تھے۔ (حجۃ اللہ علی العالمین، ص۶۰۹) {} اللہ پاک کی عطا سے اولیائے کِرام دور سے پکارنے والوں کی پکار بھی سن لیتے ہیں، پہلے کے لوگ بھی ولیوں کو مشکل میں پکارا کرتے تھے (جیسے: رُوم سے جب ایک جہاد کرنے والے نے پیارے آقا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پیارے صحابی حضرت عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہ کو پکارا (یعنی آواز دی) تو آپ نے، ہزاروں میل (miles) دور سے مدینہ شریف میں اُس کی آواز سنی اور 2 مرتبہ "لَبَّیْکْ" یعنی "میں حاضر ہوں" فرمایا۔ (ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، ۴/۱۰۹) اِسی طرح ایک مرتبہ کسی عورت نے اپنی حفاظت کے لیے حضور غوثِ پاک سیّد عبد القادر جیلانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو پکارا، آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اُس وقت اپنے مدرسے میں وُضو فرمارہے تھے، آپ نے اس عورت کی مدد فرمائی۔ (تفریح الخاطر، ص۳۷) ولیوں کا دور سے سننا اور لوگوں کی مدد کرنا سب اللہ پاک ہی کی مدد سے ہے اور یہ اللہ پاک ہی کا کَرَم ہے۔ حقیقت میں اللہ پاک ہی مدد فرماتا ہے، اولیائے کِرام اِس مدد کا ذریعہ ہیں۔ ہاں! یہ بات یاد رہے کہ اللہ پاک کسی کا محتاج نہیں، لیکن اللہ پاک نے قرآنِ پاک میں اپنی جانب وسیلہ ڈھونڈنے کا فرمایا ہے، اِسی لئے مسلمان ولیوں سے مدد مانگتے ہیں یعنی اللہ پاک کی بارگاہ میں اُنہیں وسیلہ بناتے ہیں {} طریقت (پیری مریدی وغیرہ) بھی شریعت (یعنی دین) کا ہی ایک راستہ ہے، شریعت سے جو چیز الگ ہو وہ گمراہی ہے {} شریعت سے اپنے آپ کو آزاد سمجھنا کفر اور اپنا ایمان خراب کرنے والی بات ہے {} ولی اصل میں نبی کے تحت ہوتے ہیں اور اللہ پاک نبی کے وسیلے سے ہی اُنہیں اختیارات اور طاقت عطا فرماتا ہے {} اولیائے کِرام اللہ پاک ہی کی عطا اور اُسی کے فضل و کَرَم سے ہماری مدد بھی فرماتے ہیں (جیسے: ایک مرتبہ حضرتِ علی رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے ایک غلام (slave) کا کٹا ہوا ہاتھ جوڑ دیا تھا۔ (تفسیر کبیر، ۷/۴۳۴) حضرت اِمام حسین رَضِیَ اللہُ عَنْہ کا لُعاب (یعنی تھوک) ملا ہوا پانی جب کنویں میں ڈالا گیا تو کنویں کا پانی اُبل پڑا (یعنی اوپر آگیا) تھا۔ (طبقات الکبری لابن سعد، ۵/۱۱۰) اسی طرح سلسلۂ قادریہ کے بزرگ حضرت معروف کرخی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو ایک مرتبہ طواف کرنے کی خواہش ہوئی تو آپ راتوں رات اپنے شہر سے مکّہ شریف پہنچے اور طواف کرکے رات ہی کو واپس بھی تشریف لے آئے۔ (جامع کرامات اولیاء، ۲/۴۹۱) یوں ہی سلسلہ

قادریہ کے ایک اور بزرگ حضرت جنید بغدادی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے ایک بار ہوا میں ہاتھ بڑھایا تو آپ کے ہاتھ میں (بہت قیمتی پھول) زعفران آگیا اور آپ نے اُسے لوگوں کے سامنے رکھ دیا۔ (جامع کرامات اولیاء، ۲/۱۲)

---

94 ”قیدیوں (prisoners) کے ساتھ کھانا کھایا“

حضرت شیخ شہاب الدین سہر وردی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں اپنے پیر صاحب حضرت ابو نجیب ضیاء الدین سہر وردی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے ساتھ مُلکِ شام گیا۔ کسی مالدار شخص نے کھانے کی کچھ چیزیں قیدیوں (prisoners) کے سروں پر رکھوا کر بھجوائیں۔ ان قیدیوں کے پاؤں بندھے ہوئے تھے۔ جب دستر خوان (tablecloth for meal) بچھایا گیا تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے خادِم کو حکم دیا: ان قیدیوں کو بلاؤ تاکہ وہ بھی ہمارے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھائیں۔ لہٰذا ان سب قیدیوں کو لایا گیا اور ایک دستر خوان پر بٹھا دیا گیا۔ شیخ ضیاء الدین ابو النجیب رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر ان قیدیوں کے ساتھ جا کر بیٹھ گئے اور ان سب نے آپ کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا۔ (الابریز، ج ۲، ص ۱۴۶ ملخصاً)

اس حکایت سے معلوم ہوا کہ اللہ کے وَلی، تکبّر (arrogance) سے بہت زیادہ بچتے تھے، غریبوں اور کمزور لوگوں سے محبّت کرتے تھے۔ ہمیں بھی تکبّر جیسی برائی سے بچنا چاہیے اور کمزور لوگوں کے ساتھ محبّت بھی کرنی چاہیے۔

تَعارُف (Introduction):

حضرت ابو نجیب ضیاء الدین سہر وردی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ 490 سنِ ہجری میں ایران کے شہر سہر ورد میں پیدا ہوئے، آپ نے دینی تعلیم حاصل کرنے کے لیے بغداد کا بھی سفر کیا اور مزید تعلیم غوثِ پاک سیّد عبدُ القادر رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے مدرسے ”جامعہ نظامیہ“ حاصل کی۔ ابو نجیب سہر وردی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ (پیری مریدی کے) سلسلے ”سہر وردیہ“ کو شروع کرنے والے ہیں۔ آپ کا بیان بہت اچھا ہوتا تھا کہ آپ کا بیان سن کر ہزاروں لوگ گناہوں والی زندگی چھوڑ کر نیکیوں والی زندگی اپنا لیتے تھے۔ 563 سنِ ہجری جمعۃ المبارک کے دن آپ کا

انتقال ہوا۔(تذکرہ مشائخ سہروردیہ قلندریہ، ص۱۰۷تا۱۱۰)

اللہ کے ولی کی شان:

اللہ پاک نے اپنے ولیوں کو بڑا مقام دیا ہے پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ پاک جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام کو بلا کر ان سے فرماتا ہے کہ میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو، تو حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام اس سے محبت کرتے ہیں، پھر حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام آسمان میں ندا کرتے (پُکارتے) ہیں کہ اللہ پاک فلاں سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو تو آسمان والے بھی اس سے محبت کرتے ہیں، پھر اس کے لیے زمین میں مقبولیت رکھ دی جاتی ہے (یعنی زمین والے اُسے پسند کرنے لگتے ہیں)۔(مسلم، کتاب البرّ والصلۃ والآداب، باب اذا احبّ اللہ عبداً حبّبہ الی عبادہ، ص۱۴۱۷، الحدیث:۱۵۷(۲۶۳۷) ملتقطا)

---

95 ”تیز بارش شروع ہوگئی“

ایک مرتبہ حضرت ابو اسحاق چشتی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کے شہر میں بارشیں ہونا بند ہوگئیں تو لوگ بہت پریشان ہوگئے، فقیر اور غریب لوگ کھانا نہ ملنے کی وجہ سے مرنے لگے۔ وہاں کا خلیفہ (حاکم۔ruler) آپ کے پاس آیا اور عرض کی کہ آپ جیسے اللہ پاک کے وَلی کے ہوتے ہوئے بھی بارش نہیں ہورہی۔ آپ اللہ پاک سے دعا کریں کہ آپ کی دعا قبول ہوتی ہے، آپ دعا فرمائیں تاکہ بارش ہو اور فقیروں کو سکون ملے۔ آپ نے فرمایا: ہم نے بہت دنوں سے محفل نہیں کی، ہمیں کلام سناؤ کہ جب ہماری آنکھوں سے (اللہ پاک کی محبّت اور اُس کے خوف میں) آنسوؤں کا پانی نکلنا شروع ہوگا اس وقت بارش بھی ہوجائے گی۔ حضرت ابو اسحاق چشتی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے خلیفہ کو واپس بھیجتے ہوئے کہا: بارش ضرور ہوگی (ان شاء اللّٰہ!) جب محفل شروع ہوئی تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنا شروع ہوگئے اسی وقت اللہ پاک کے حکم سے بادل آئے اور بارش بھی شروع ہوگئی جس سے لوگوں کو آرام ملا۔ بارش کے دو دن بعد خلیفہ آپ کے پاس دوبارہ آیا۔ تو خلیفہ کو دیکھ کر حضرت ابو اسحاق چشتی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ رونے

لگے، آپ کے رونے پر وہ بھی رونے لگا، بعد میں لوگوں نے آپ سے پوچھا: خلیفہ کو دیکھ کر آپ نے رونا کیوں شروع کر دیا تھا تو آپ نے عاجزی کرتے ہوئے فرمایا کہ: نہ جانے مجھ سے ایسی کون سی غلطی ہوگئی ہے کہ دو دن سے دنیاوالوں سے ملاقات ہو رہی ہے اور فقیروں کی محبّت سے میرے دل کو ہٹادیا گیا ہے۔ (سیر الاقطاب، ص ۸۵ ملخصا)

اس سچے واقعے سے پتا چلا کہ اللہ پاک اپنے ولیوں کو بہت بڑے درجے (ranks) دیتا ہے اور اللہ کے ولی، اللہ پاک کی رحمت کا یقین رکھتے ہیں اور اللہ پاک ان کی دعائیں قبول فرماتا ہے۔

تعارُف (Introduction):

حضرت خواجہ ابو اسحاق چشتی جمعہ کے دن 237 سنِ ہجری مُلکِ شام کے شہر دمشق میں پیدا ہوئے، آپ اپنے وقت کے بہترین عالِمِ دین تھے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ (پیری مریدی کے) سلسلے "چِشتیہ" کو شروع کرنے والے ہیں۔ (سیر الاقطاب، ص ۸۴ ملخصا۔ اقتباس الانوار، ص ۲۷۰ ملخصا)

اللہ کے ولی کی شان:

اللہ پاک کے محبوب بندے وہ ہیں جو پرہیز گار اور کم مال والے ہیں، جب وہ غائب ہو جائیں تو انہیں تلاش نہ کیا جائے اور جب وہ حاضر ہوں تو انہیں پہچانا نہ جائے، یہی لوگ ہدایت کے امام اور علم کے چراغ ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء، مقدمۃ المصنف، ۱/۴۶، حدیث: ۱)

---

96 "وسیلہ اور تَبَرُّک"

وسیلہ:

{} اللہ پاک کی بارگاہ میں نیک بندوں کا وسیلہ پیش کرنا دعائیں قبول ہونے، مشکلات حل ہونے، مصیبتیں دور ہونے اور دینی و دُنیوی بھلائیاں حاصل ہونے کا آسان راستہ ہے۔

{} اللہ پاک کی بارگاہ میں نیک بندوں کا وسیلہ دینے کی تعلیم، قرآن و حدیث میں ہے۔ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام

اور اولیاءِ کرام رَحمَۃُاللہِ عَلَیہِم کا وسیلہ اس لیے دیا جاتا ہے کہ ان حضرات کو اللہ پاک کا قُرب (یعنی نزدیکی) حاصل ہے اور اللہ پاک اپنے کرم سے ان کی دعا پوری کرتا ہے اور ان کی شفاعت (یعنی سفارش) قبول فرماتا ہے۔

{} اللہ پاک فرماتا ہے، ترجمہ (Translation): اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔ (پ ۶، سورۃ المائدہ، آیت ۳۵) (ترجمہ کنز العرفان)

{} اللہ پاک نے اپنے محبوب صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی سفارش پر توبہ قبول ہونے کا وعدہ فرمایا، ترجمہ (Translation): اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔ (سورۃ النساء، پ ۵، آیت ۶۴) (ترجمہ کنز الایمان)

{} آیت کے شروع میں اگرچہ ایک خاص واقعے (special event) کے بارے میں کلام فرمایا گیا، البتہ اس میں موجود حکم عام ہے اور قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو پیارے آقا صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر شفاعت مانگنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ (تفسیر صراط الجنان، ج ۲، ص ۲۳۳، مُلخصاً)

{} اعلیٰ حضرت رَحمَۃُ اللہِ عَلَیہ کچھ اس طرح فرماتے ہیں: بندوں کو حکم ہے کہ نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر توبہ واستغفار کریں۔ اللہ تو ہر جگہ کے لوگوں کی سنتا ہے مگر حکم یہی فرمایا کہ میری طرف توبہ کرنا چاہو تو میرے محبوب کے پاس حاضر ہو۔ (فتاوی رضویہ، ۱۵/ ۶۵۴)

{} پیارے آقا صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی وفات شریف کے بعد ایک دیہاتی مزار شریف پر حاضر ہوا اور روضۂ انور کی پاک مٹی اپنے سر پر ڈالی اور عرض کرنے لگا: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم، جو آپ نے فرمایا، ہم نے سنا اور جو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم پر نازل ہوا، اس میں "وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا" (اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے) یہ آیت بھی ہے تو میں نے بے شک اپنی جان پر ظلم کیا اور میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں اللہ پاک سے

اپنے گناہ کی بخشش چاہنے حاضر ہوا ہوں تو آپ میرے ربّ سے میرے گناہ مُعاف کرائیے۔ اسی وقت قبر شریف سے آواز آئی کہ تجھے بخش دیا گیا۔ (مدارک، النساء، تحت الآیۃ: ٦٤، ص ٢٣٦)

{} اللہ پاک کی بارگاہ میں نیک لوگوں کو وسیلہ بنانا کامیابی حاصل کرنے کا طریقہ ہے۔ اللہ پاک کے نیک بندوں کی دعا سے کام ہو جاتے ہیں۔ (خزائن العرفان، مُلخصاً)

{} طبرانی شریف میں ہے: نبیِّ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مسلمان فقرا کے وسیلے سے کامیابی اور مدد کی دعا کیا کرتے تھے۔ (معجم کبیر، ١/٢٩٢، حدیث: ٨٥٩ مُلخصاً)

{} حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے وسیلے سے دعا کی تو اللہ پاک نے فرمایا: بے شک! محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تمام مخلوق میں میرے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ ہیں اور اب اے آدم (عَلَیْہِ السَّلَام)! تم نے ان کے وسیلے سے سوال کیا ہے تو میں نے تمہاری مغفرت کر دی (یعنی درجے بلند کیے اور ناپسندیدہ بات کو مُعاف کیا) اور اگر محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نہ ہوتے تو میں تمہیں بھی پیدا نہ کرتا۔" (دلائل النبوۃ للبیہقی، ٥/٤٨٩)

نوٹ: اللہ پاک کے سارے انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام گناہوں سے معصوم اور محفوظ ہیں کہ ان سے گناہ ہو ہی نہیں سکتا۔ البتہ اگر کوئی ناپسندیدہ بات اُن سے ہو جاتی ہے تو وہ اُس بات سے بھی اس طرح توبہ کرتے تھے کہ جس طرح نیک لوگ گناہوں سے توبہ کرتے ہیں۔

{} نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حضرت علی المرتضیٰ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی والدہ کے لئے اس طرح کی دعا فرمائی: ترجمہ: (اے اللہ!) میری ماں فاطمہ بنتِ اسد کی مغفرت فرما اور میرے اور مجھ سے پہلے نبیوں کے وسیلے سے اس کی قبر کو اچھا کر دے! (معجم کبیر، ٢٤/٣٥١، حدیث: ٨٧١ مُلخصاً)

{} امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ عَنْہ قحط (یعنی بارش اور رزق کی کمی) کے وقت یوں دعا کیا کرتے: اے اللہ! پہلے ہم تیرے نبی کے وسیلے سے دعا کرتے تھے، اب اپنے نبی کے چچا عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہ کے وسیلے سے دعا کرتے ہیں، ہمیں بارش عطا فرما! (بخاری، ١/٣٤٦، حدیث: ١٠١٠)

تَبَرُّک:

{} تابوتِ سکینہ وہ صندوق (box) تھا کہ جس میں انبیاء کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی چیزیں یعنی تبرّکات تھے۔ بنی اسرائیل مشکل وقت میں اُس تابوت کے وسیلے سے دعا کرتے اور دشمنوں کے مقابلے میں کامیاب ہو جاتے تھے۔(جلالین، پ۲، البقرۃ، تحت الآیۃ۲۴۸، ۱/۱۴۲) اللہ پاک فرماتا ہے، ترجمہ (Translation): تمہارے پاس وہ تابوت آجائے گا جس میں تمہارے ربّ کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور معزّز (عزّت والے) موسیٰ اور معزّز (عزّت والے) ہارون کی چھوڑی ہوئی چیزوں کا بقیہ ہے، فرشتے اسے اٹھائے ہوئے ہوں گے۔(ترجمہ کنز العرفان)(پ۲، سورۃ البقرۃ، آیت ۲۴۸)

{} حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی قمیض مبارک سے حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کی آنکھیں صحیح ہو گئیں۔ اللہ پاک قرآنِ پاک میں اپنے نبی کی یہ بات نقل فرماتا ہے: میرا یہ کُرتا (shirt) لے جاؤ اور اسے میرے باپ کے منہ پر ڈال دینا وہ دیکھنے والے ہو جائیں گے۔(پ۱۳، سورۃ یوسف، آیت ۹۳)

{} بخاری شریف کی حدیثِ پاک میں ہے کہ ایک عورت حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں ایک خوبصورت چادر لائیں اور عرض کیا: آپ کو پہننے کیلئے پیش کر رہی ہوں، آپ اس کو پہن کر باہر تشریف لائے تو ایک صحابی نے اس چادر کی تعریف کی اور وہ چادر آپ سے مانگ بھی لی۔ (بعد میں) صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہ عَنْھُمْ نے اُن سے کہا کہ آپ نے اچھا نہیں کیا کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اسے اپنے لئے پسند فرمایا ہے اور آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ جو حضور سے مانگتا ہے، حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اُسے منع نہیں فرماتے ہیں تو اُن صحابی نے کہا کہ میں نے اس کو پہننے کے لئے نہیں لیا بلکہ (مرجانے کے بعد) اپنے کفن کیلئے مانگی ہے۔ اس حدیث کو بیان کرنے والے فرماتے ہیں کہ واقعی وہ چادر انہی صحابی کا کفن بنی۔(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب من استعد الکفن ۔۔۔ الخ، ۱/۴۳۱، حدیث: ۱۲۷۷، ملخصًا)

{} حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کے پاس نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مبارک قمیص اور پیارے ناخن تھے۔ جب آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کا وقتِ انتقال قریب آیا تو آپ نے وصیت فرمائی کہ (یعنی یہ کہا تھا کہ میرے انتقال کے بعد) مجھے اُس قمیص میں کفن دیا جائے جو پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مجھے دی تھی اور وہ مبارک قمیص میرے جسم

سے بالکل ملا کر رکھی جائے۔ جبکہ آقا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے مبارک ناخن میری آنکھوں اور منہ پر رکھ دیئے جائیں۔ آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے مزید اس طرح فرمایا: یہ کام ضرور کرنا اور مجھے سب سے زیادہ رحم و کرم کرنے والے ربّ کی رحمت کے سپرد کر دینا۔ (اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، باب المیم والعین، ۵/ ۲۲۳ ملخصاً)

{} مسلم شریف میں ہے کہ امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی صاحبزادی حضرت اسماء رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کے پاس حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ایک جُبّہ (a long outer garment) تھا (ایک مرتبہ) آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا نے وہ جُبّہ نکالا اور فرمایا: یہ جُبّہ رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ہے، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اسے پہنا کرتے تھے، اب ہم اسے بیماروں کے لئے دھوتے ہیں اور اس سے شفا حاصل کرتے ہیں۔ (مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم لبس الحریر...الخ، حدیث: ۲۰۶۹، ص ۸۸۳)

---

97 ”ٹوٹے ہوئے ہاتھ سے کتاب لکھ دی“

حضرتِ مفتی احمد یار خان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے ۱۳۹۰ھ میں حج کیا اور مدینے پاک میں حاضری کی سعادت پائی۔ کہتے ہیں کہ: میں مدینہ پاک میں گر گیا اور سیدھے ہاتھ کی ہڈّی ٹوٹ گئی، درد بہت زیادہ ہوا تو میں نے اپنے ہاتھ کو چوم لیا اور کہا: اے مدینے کے درد، میرے دل میں بھی تیرے لیے جگہ ہے کہ تو مدینے پاک سے ملا ہے۔ دَرد اُسی وَقْت ختم ہو گیا مگر ہاتھ کام نہیں کر رہا تھا۔

سترہ (17) دن بعد ایکسرے (X-ray) کرایا تو ہڈّی کے دو ٹکڑے ہو گئے تھے اور کچھ فاصلہ (gape) بھی تھا مگر میں نے علاج نہیں کرایا، پھر آہستہ آہستہ ہاتھ کام بھی کرنے لگا، مدینہ پاک کے اَسپتال کے ڈاکٹر محمد اسمٰعیل نے کہا کہ یہ خاص کرم ہوا ہے کہ یہ ہاتھ ہمارے اندازے کے مطابق ہِل بھی نہیں سکتا۔ (مفتی صاحب مزید فرماتے ہیں: کہ) وہ ایکسرے میرے پاس ہے، ہڈی اب تک ٹوٹی ہوئی ہے۔ اللہ پاک کے کرم سے، مدینے پاک کی برکت سے، اس ٹوٹے ہوئے ہاتھ سے قرآنِ پاک کی تفسیر (یعنی قرآن پاک کی آیات کے معنیٰ اور مطلب) لکھ رہا ہوں۔ میں نے اپنے اس ٹوٹے ہوئے ہاتھ کا علاج صِرف یہ کیا کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی جالیوں کے

سامنے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ حضور! میرا ہاتھ ٹوٹ گیا ہے، آپ تو (حضرت) عبدُاللہ بِن عَتِیْک (رَضِیَ اللہُ عَنْہ) کی ٹوٹی پنڈلی (shin) جوڑنے والے ہیں! اور آپ تو (حضرت) مُعَاذ بِن عَفْرَاء (رَضِیَ اللہُ عَنْہ) کا ٹوٹا بازو (arms) جوڑ دینے والے ہیں، مجھ پر بھی کرم فرمائیں اور میرا ٹوٹا ہوا ہاتھ جوڑ دیں۔ (تفسیرِ نعیمی ج۹ ص ۳۸۸ ملخصاً)

اس حکایت سے ہمیں یہ درس (lesson) ملا کہ ہمارے علماء مدینے پاک سے بہت محبّت کرتے تھے اور پیارے آقا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی رحمت سے بہت اُمید رکھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ مفتی احمد یار خان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے مدینے کی چوٹ کا علاج تو نہ کیا مگر پیارے آقا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے، اُن کی رحمت کا سوال کیا۔

تعارُف (Introduction):

حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ 1894ء میں یوپی ہند (India) میں پیدا ہوئے۔ آپ نے اعلیٰ حضرت کے خلیفہ (جنہیں اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے پیری مریدی کروانے کی اجازت دی) مفتی نعیم الدین مرادآبادی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے بھی علمِ دین حاصل کیا اور آپ ہی سے مرید ہوئے۔ آپ خود فرماتے تھے میرے پاس جو کچھ ہے سب حضرت مفتی نعیم الدین مرادآبادی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے ملا ہے۔ قرآنِ پاک اور حدیث کے معنیٰ سمجھانے والی کتابوں کے علاوہ اور بھی کئی کتابیں لکھیں۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اس طرح کے علمی کام کرنے کے ساتھ ساتھ باجماعت نماز پڑھنے کے ایسے عادی تھے کہ چالیس سال تک آپ کی تکبیرِ اولیٰ (نماز کی پہلی تکبیر، امام کے ساتھ) فوت نہ ہوئی۔ (فیضانِ مفتی احمد یار خان، ملخصاً)

علم اور علماء کی شان:

عالِم کی مجلس میں حاضر ہونا ہزار رکعت نماز، ہزار بیماروں کی عیادت اور ہزار جنازوں پر حاضر ہونے سے بہتر ہے۔ کسی نے عرض کیا: یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور قرآن کی تلاوت سے (بھی افضل ہے)؟ فرمایا: (کیا) قرآنِ پاک علم کے بغیر فائدہ دے گا؟ (قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، باب ذکر الفرق بین علماء الدنیا...الخ، ۱/۲۵۷ مُلتقطاً)

---

98 ”بے ادب خاموش ہو گیا“

جب مفتی وقارالدین رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے مدرسے، منظر الاسلام میں پڑھایا کرتے تھے، اُس وقت کسی نے آپ کے پاس آکر بتایا کہ یہاں سے قریب ایک گاؤں میں ایک بے ادب شخص ہے کہ جو مسجد میں بیٹھ کر بال کٹواتا ہے، لوگ سمجھاتے ہیں تو کہتا ہے کہ مسجد میں ایسا کر سکتے ہیں، کوئی بھی عالم آکر مجھ سے بات کر لے۔

مفتی وقارالدین رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اُس شخص کے پاس چلے گئے اور اُس سے فرمایا: تم مسجد میں بیٹھ کر بال کیوں کٹواتے ہو؟ اُس نے کہا کہ اگر یہ کوئی غلط کام ہے تو آپ قرآن و حدیث سے بتائیں۔ مفتی صاحب نے فرمایا: کہ ہمارے پیارے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: کہ مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا، نیکیوں کو اس طرح برباد کر دیتا ہے جیسے آگ لکڑیوں کو جلا دیتی ہے۔ (اتحاف السادۃ المتقین، کتاب اسرار الصلوۃ ومھماتھا، الباب الاول، ۳/۵۰) اور مسجد میں بال کٹوانا مسجد میں گندگی کرنا ہے۔ وہ آدمی کہنے لگا: حدیث میں مسجد میں باتیں کرنے سے منع کیا گیا ہے بال کٹوانے سے منع نہیں کیا گیا۔ اس پر مفتی صاحب نے فرمایا: قرآن مجید میں اللہ پاک نے والدین کے ادب کے بارے ارشاد فرمایا: اپنے والدین کو اُف تک نہ کہو (پ ۲۶، الاحقاف، الایۃ ۱۷)۔ یعنی انہیں بالکل تکلیف نہ دو۔ اب کوئی شخص اپنے والدین کو مارنا شروع کر دے اور کہے کہ قرآنِ پاک میں والدین کے سامنے اُف کہنے سے منع کیا گیا ہے، مارنے سے منع نہیں کیا گیا۔ تو والدین کو مارنے والا شخص غلط کر رہا ہے یا صحیح کر رہا ہے؟ اس نے کہا غلط ہے۔ مفتی صاحب نے فرمایا: جس طرح والدین کو مارنے والا بلکہ انہیں کسی بھی طرح تکلیف دینے والا گناہگار اور غلط کام کرنے والا ہے حالانکہ قرآن پاک میں صرف اُف کہنے سے منع کیا گیا اسی طرح مسجد میں گندگی پھیلانے والا بھی، ایسے کام کرنے والا ہے کہ جن سے منع کیا گیا ہے۔ یہ سُن کر وہ آدمی خاموش ہو گیا اور لوگوں نے مفتی وقار الدین رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کا شکریہ ادا کیا۔ (وقار الفتاویٰ، ۱/۷، بالتصرف)

اس حکایت (سچے واقعے) سے ہمیں یہ درس (lesson) ملا کہ کچھ لوگ قرآنِ پاک اور مسجد کا ادب نہیں کرتے ایسے لوگوں کو نرمی سے سمجھانا چاہیے اور اگر یہ لوگ بے ادبی سے باز نہ آئیں تو ان سے دور رہنا چاہیے۔

تعارُف(Introduction):

مفتی اعظم پاکستان مفتی وقارالدین رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سن 1915 میں ہند(India)میں پیدا ہوئے ۔صدرالشریعہ حضرت علامہ مولانا مفتی امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ بھی آپ کے استاد تھے۔آپ نے اپنی زندگی کا اکثر حصہ علمِ دین سیکھنے اور سکھانے میں گزارا۔ہند،بنگلہ دیش پھر پاکستان میں علمِ دین پڑھانے کا سلسلہ رہا۔دارالعلوم امجدیہ(کراچی) کے دار الافتاء میں آپ شرعی مسائل کے فتاویٰ (جوابات) بھی دیتے رہے۔امیر اہلسنت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ تقریبا22سال تک آپ کے پاس شرعی مسائل وغیرہ کے سلسلے میں جاتے رہے۔مفتی اعظم پاکستان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے امیر اہلسنت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کو اپنی خلافت بھی دی (یعنی آپ کو اجازت دی کہ اب آپ دوسروں کو مرید کرسکتے ہیں)۔1993 میں نماز فجر کے لیے اٹھے وضو کے دوران ہی آپ کو دل کا اٹیک(heart attack)ہوا جس کے بعد آپ انتقال فرماگئے۔

علم اور علماء کی شان:

حضرت اسماعیل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو خواب میں دیکھا اوران کا حال پوچھا۔(انہوں نے)کہا:اللہ پاک نے مجھے بخش دیا اور مجھ سے فرمایا:اگر میں تجھ پر عذاب کرنا چاہتا(تو تجھے)علم (دین)نہ دیتا۔(الدر المختار معہ رد المحتار،المقدمۃ،مطلب:یجوز تقلید المفضول...الخ،۱/۱۲۵)

---

99 ”علم اور علماء کا ادب کریں“

بہت اہم باتیں:

(1)علمِ دین کو گھٹیا سمجھ کر اگر کسی نے کہا:"میں کیوں علم سیکھوں!" یہ کُفریّہ قول ہے۔(منح الروض ص ۴۷۲)

(2)علمائے کرام کی توہین کی نیّت سے کہنا:"جتنے مولوی ہیں سب بد مَعاش ہیں۔" کلِمۂ کُفر ہے۔(ماخوذ از فتاوٰی امجدیہ ج۴،ص ۴۵۴)

(3)عالِم دین سے اِس کے علمِ دین کی وجہ سے بُغض رکھنا(نفرت کرنا)کفر ہے یعنی اس وجہ سے(نفرت کرنا)

کہ وہ عالمِ دین ہے۔(ایمان کی حفاظت ص ۱۰۳)

(4)جو کہے:"فساد کرنا عالم بننے سے بہتر ہے" ایسے شخص پر حکمِ کفر ہے۔(فتاوٰی عالمگیری ج۲، ص۲۷۱)

(5)علمِ دین سے نفرت کی وجہ سے، اس طرح کہنا:"عِلم سے جَہالت بہتر ہے یا عالم سے جاہل اچّھا ہوتا ہے۔"کُفر ہے۔(مَجْمَعُ الْاَنْہُر ج۲، ص۵۱۱)

(6)علمائے کرام کی توہین کی نیّت سے:"مولوی لوگ کیا جانتے ہیں؟" کہنا کُفر ہے(فتاوٰی رضویہ ج۱۴، ص۲۴۴)

(7)"جس نے کہا:"عُلَماء جو بتاتے ہیں اسے کون کر سکتا ہے!" یہ قول کفر ہے۔ کیونکہ اِس کلام سے لازِم آتا ہے کہ شَریعت میں ایسے اَحکام ہیں جو طاقت سے باہَر ہیں یا عُلَماء نے انبِیائے کرام عَلَیۡہِمُ السَّلَام پر جھوٹ باندھا ہے۔ مَعاذَ اللہ!(اللہ پاک کی پناہ)(مِنَحُ الرَّوض ص ۴۷۰۔۴۷۱)

(8)عالمِ شریعت اگر اپنے علم پر عامِل بھی ہو، جب تو وہ چاند کی طرح ہے کہ خود بھی ٹھنڈا اور تمہیں بھی روشنی دیتا ہے اور عالمِ بے عمل کی مثال چراغ کی طرح ہے کہ خود تو جلے مگر تمہیں فائدہ دے۔ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں: اُس شخص کی مِثال جو لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دیتا اور اپنے آپ کو بھول جاتا ہے اُس چَراغ کی بتّی کی طرح ہے کہ لوگوں کو روشنی دیتا ہے اور خود جلتا ہے۔(اَلتَّرغِیب وَالتَّرھِیب ج۱، ص۹۳، حدیث۲۱۸)(فتاوٰی رضویہ جلد ۲۱، ص۵۳۰ مُلخصاً)

(9)عوام کو عُلَماء سے بدظَنّ کرنا بَہُت سخت گناہ ہے کہ جب بدظَنّ ہونگے(تو)اُن(یعنی عُلَما)سے بیزار ہونگے اور ہَلاکت میں پڑیں گے۔(فتاوٰی امجدیہ ج۴، ص۵۱۵)

(10)عالمِ دین کو بُرا کہنا اگر اُس کے عالمِ دین ہونے کے سبب ہے تو کُفر ہے اور عورت نکاح سے باہَر۔ خواہ بُرا کہنے والا خود عالِم ہو یا جاہِل۔(فتاوٰی رضویہ ج۲۱، ص۲۹۴)

یاد رہے!

صِرف عُلَمائے اہلسنّت ہی کی تعظیم کی جائے گی۔ رہے بدمذہب عُلماء، تو ان کے سائے سے بھی بھاگیں

کہ ان کی تعظیم حرام، اُن کا بیان سننا ان کی کُتُب کا مُطالَعہ کرنا اور ان کے پاس آنا جانا حرام اور ایمان برباد ہونے کا سبب ہے۔ جیسا کہ اعلیحضرت رَحمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کچھ اس طرح فرماتے ہیں:

عالم وُہی ہے جو سُنّی صحیح العقیدہ ہو، بد مذہب علمائے دین نہیں۔ شیطان کتنا بڑا عالم تھا جسے مُعلِّمُ الْمَلَکُوت (یعنی فرشتوں کا استاد) کہا جاتا ہے، اللہ پاک اس کے بارے میں فرماتا ہے (ترجمہ Translation): بھلا دیکھو تو وہ جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنالیا اور اللہ نے اسے علم کے باوجود گمراہ کر دیا ۔ (کنزالعرفان، پ ۲۵، الجاثیہ ۲۳) ایسوں کی توہین کُفر نہیں بلکہ موقع محل کے مطابق لازم ہے۔ حدیث شریف میں ہے نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرماتے ہیں: کیا فاجِر کے ذِکر سے بچتے ہو، اس کو لوگ کب پہچانیں گے، فاجِر کا ذِکر اس چیز کے ساتھ کرو جو اس میں ہے، تاکہ لوگ اس سے بچیں۔ (اَلسُّنَنُ الْکُبریٰ ج ۱۰، ص ۳۵۴، حدیث ۲۰۹۱۴) (فتاویٰ رضویہ جلد ۱۴، ص ۶۱۱ تا ۶۱۲ مُلخصاً)

نوٹ: جو بالکل صاف صاف کفر کہے، اُس کا اِسلام ختم ہو جاتا ہے۔

یادرہے: کسی کے کافر ہونے کا فیصلہ ہم نہیں کر سکتے، یہ علمائے کِرام کا کام ہے۔ کسی نے اسلام کے خلاف کوئی بات بولی تو "دارالافتاء اہلسنّت" سے پوچھ لیجئے۔

---

100 "عالم صاحب کا خوفِ خدا"

ایک روز امامِ اعظم رَحمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کہیں جارہے تھے کہ بے خیالی میں آپ کا پاؤں ایک لڑکے کے پَیر پر پڑ گیا، لڑکے کی چیخ نکل گئی اور اُس کے مُنہ سے یہ جملہ نکلا: جناب! کیا آپ قِیامت کے دن میں لیے جانے والے بدلوں (recompenses) سے نہیں ڈرتے ؟ "یہ سُننا تھا کہ امام اعظم پرخوف طاری ہو گیا اور آپ بیہوش (unconscious) ہو گئے، کچھ دیر کے بعد جب ہوش آیا تو عرض کی گئی: ایک لڑکے کی بات سے آپ اس قدر کیوں گھبرا گئے؟ ارشاد فرمایا: "کیا معلوم اُس کی آواز اللہ پاک کی طرف سے کوئی ہِدایت (guidance) ہو۔" (اَلْمَناقِب لِلْمُوَفَّق، ۲/۱۴۸)

اس سچے واقعے سے پتا چلا کہ اللہ کا خوف ایسی پیاری عادت ہے جو ہمیں برائیوں سے بچاتی ہے اور اچھائیوں کی طرف لے کر جاتی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ علمِ دین کی برکت سے علماء، اللہ پاک سے ڈرنے والے ہیں۔

تَعَارُف(Introduction):

امامِ اعظم کا نام "نُعمان" اور کُنیّت(kunyah)"اَبُو حنیفہ" ہے۔ سن 80 سنِ ہجری میں آپ کی ولادت ہوئی۔ امامِ اعظم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ دن بھر علمِ دین پڑھاتے اور ساری رات عبادت میں گزارتے۔ ہمارے امامِ اعظم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ رَمَضانُ الْمبارَک میں 61 قرآن کریم خَتم کیا کرتے۔ تیس دن میں، تیس رات میں اور ایک تراویح میں نیز آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے 45 سال تک عشاء کے وُضُو سے نمازِ فجر ادا فرمائی۔ (بہارِ شریعت حصہ ۴ ص ۳۷) ایک روایت کے مطابِق امامِ اعظم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے زندگی میں 55 حج کئے اور جس مکان میں وفات پائی اُس میں سات ہزار بار(7000) قرآن مجید خَتم فرمائے تھے۔ ڈیڑھ سو(150) سنِ ہجری میں آپ کو زہر دے کر شہید کر دیا گیا۔ آپ کے جنازے میں بہت لوگوں نے شرکت کی، بغداد شریف میں آپ کا مزار مبارک (shrine) ہے۔ (عقود الجمان ص ۲۲۱) قرآن وحدیث کی روشنی میں جو مسائل انہوں نے بیان کیے ہیں، پاک وہند اور بنگلہ دیش وغیرہ میں رہنے والے مسلمانوں کی بھاری اکثریت ان مسائل پر عمل کرتے اور اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں۔

علم اور علماء کی شان:

رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرماتے ہیں: اللہ پاک بڑا جَواد (سب سے زیادہ نوازنے والا) ہے اور میں سب آدمیوں میں بڑا سخی ہوں اور میرے بعد اُن میں بڑا سخی وہ ہے جس نے کوئی علم سیکھا پھر اس کو پھیلا دیا۔ (شعب الایمان، باب فی نشر العلم، ۲/۲۸۱، حدیث: ۱۷۶۷، باختصار)

---

101 "حدیث شریف کا ادب(respect)"

حضرت امام مالک بن انس رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ جب حدیث شریف کا درس دینے کا ارادہ کرتے تو پہلے وضو کرتے، اپنی

داڑھی میں کنگھی کرتے، بہت اطمینان (calmness) اور ادب کے ساتھ اپنی جگہ پر بیٹھتے پھر حدیث بیان کرتے۔ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے اس انداز سے حدیث بیان کرنے کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا: میں حدیثِ رسول کی تعظیم (respect) کرنے کو پسند کرتا ہوں اور اطمینان و سکون کے ساتھ باوضو ہو کر ہی حدیث بیان کرتا ہوں۔

آپ راستے میں کھڑے کھڑے یا جلد بازی (haste) میں حدیثِ مبارکہ بیان کرنے کو ناپسند کرتے تھے۔ آپ نے خود فرمایا کہ: مجھے یہ پسند ہے کہ میں جو بھی حدیثِ رسول بیان کروں اسے اچھی طرح سمجھادوں۔ (حلیۃ الاولیاء، ۶/۳۴۷، رقم: ۸۸۵۸)

اس حکایت سے معلوم ہوا کہ ہمیں قرآن و حدیث اور علمِ دین کا ادب کرنا چاہیے۔ اور یہ بھی پتا چلا کہ دینی کتابوں کا ادب سیکھنے کے لیے علماء کرام کے انداز (manners) جاننے چاہیے اور ان کی طرح اپنی زندگی گزارنی چاہیے۔

تعارُف (Introduction):

آپ کا نام "مالک" کُنیّت (kunyah) ابو عبد اللہ، والد کا نام انس ہے اور آپ امام مالک کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کو عالمِ مدینہ کہا جاتا ہے، 93 سنِ ہجری میں پیدا ہوئے، تبع تابعی بزرگ ہیں (یعنی آپ نے تابعین کرام رَحمۃاللّٰہِ علیہم کا زمانہ پایا ہے اور ان کی زیارت بھی کی ہے) (مراۃ ج ۱، ص ۱۸۴)، اتنے بڑے عالم تھے کہ لوگ دوسرے ملکوں سے سفر کرکے آپ کے پاس علم سیکھنے آتے، (سیر اعلام لانبلاء، ۱۵/۴۳ ملتقطا) آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کا عشقِ رسول ایسا تھا کہ مدینہ پاک میں گھوڑے پر سوار ہونا آپ کو بالکل پسند نہیں تھا کہ جس شہر میں پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا روضہ (مزار شریف) ہے اس کی مٹی پر میری سواری کے پاؤں کیسے پڑیں گے۔ ((احیاء علوم الدین، کتاب العلم، ۱/۴۸ ملخصا) ۱۰ ربیع الاول 179 سنِ ہجری، 86 سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا۔ (سیر اعلام النبلاء، ۱۵/۱۳۱) دنیا بھر میں لاکھوں بلکہ کروڑوں مسلمان، آپ کے بیان کیے ہوئے شرعی مسائل پر عمل کرتے اور اپنے آپ کو مالکی کہتے ہیں۔

علم اور علماء کی شان:

رسولِ خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: زمین و آسمان کے درمیان جو کچھ بھی ہے (وہ) عالم کے لیے مغفرت کی دعا کرتا ہے یہاں تک کہ سمندر میں مچھلیاں بھی۔ (ابن ماجہ، ۱/۸۷، حدیث: ۲۳۹)

----

102 "علماء کی ضرورت"

{} اللہ پاک فرماتا ہے، ترجمہ (Translation): تو اے لوگو! علم والوں (یعنی اہل ذکر) سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے۔ (پ۱۴، سورۃ النحل، آیت ۴۳) (ترجمہ کنز العرفان) یہاں اس آیت میں علم والوں سے پوچھنے کا حکم دیا گیا کہ ان سے پوچھو۔ (خزائن العرفان پ۱۷، سورۃ الانبیاء، آیت ۷)

{} حدیث شریف میں ہے کہ: جہالت (یعنی علم نہ ہونے) کی بیماری کی شفاء (علماء سے) پوچھنا ہے۔ (ابو داؤد، کتاب الطہارۃ، باب فی الجروح یتیمّم، ۱/۱۵۴، الحدیث: ۳۳۶)

{} ایک سمجھدار بچّہ بھی یہ بات سمجھ سکتا ہے کہ ایسا شخص جو بالکل بے علم ہو اور اسے اپنے کام کاج سے فرصت (time) بھی نہیں ہے کیا وہ یہ طاقت رکھ سکتا ہے کہ قرآن و حدیث پڑھ کر خود ہی دین کا ہر مسئلہ سیکھ لے؟ بالکل نہیں۔ اس لیے دین پر عمل کرنے کے لیے علماء کی سخت ضرورت ہے۔

{} اللہ پاک فرماتا ہے، ترجمہ (Translation): اللہ کسی جان پر اس کی طاقت کے برابر ہی بوجھ ڈالتا ہے۔ کسی جان نے جو اچھا کمایا وہ اسی کیلئے ہے اور کسی جان نے جو برا کمایا اس کا وبال اسی پر ہے۔ (پ۳، سورۃ البقرۃ، آیت ۲۸۶) (ترجمہ کنز العرفان) لہٰذا غریب پر زکوٰۃ نہیں، نادار (ایسا غریب و محتاج کہ جو حج پر جانے کی طاقت نہ رکھتا ہو) پر حج نہیں۔ (تفسیر صراط الجنان، ج۱، ص۴۳۱ ملخصاً) جب غریب آدمی پر زکوٰۃ اور حج فرض نہیں تو بے علم پر از خود قرآن و حدیث سے مسائل نکالنا کیسے ضروری کہا جائے گا۔ (جاء الحق ملخصاً)

{} اللہ پاک فرماتا ہے، ترجمہ (Translation): اور ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے۔ (پ۱۳، سورۃ یوسف، آیت ۷۶) (ترجمہ کنز العرفان) یاد رہے کہ مخلوق میں ہر علم والے سے اوپر ایک علم والا ہے اور مخلوق میں سب سے

اوپر (زیادہ علم والے) ہمارے پیارے آقا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہیں۔(تفسیر صراط الجنان، ج۵، ص۳۹ ملخصاً)

{} صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ عَنۡھُمۡ کو جن شرعی مسائل کو سیکھنے یا سمجھنے کی ضرورت، حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی ظاہری زندگی میں پڑی تو اُنہوں نے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے اس کا حکم پوچھ لیا۔ اور اگر پوچھنا ممکن نہ ہوا تو اپنے علم کے مُطابق عمل کیا۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ عَنۡہ کو رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے جب یمن بھیجا تو فرمایا: جب تمہارے سامنے کوئی (شرعی) مسئلہ آئے گا تو کس طرح فیصلے کروگے؟ عرض کی: اللہ پاک کی کتاب سے فیصلہ کروں گا۔ فرمایا: اگر تم اللہ پاک کی کتاب میں (وہ مسئلہ) نہ پاؤ تو؟ عرض کی: تو رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی سنّت سے فیصلہ کروں گا۔ فرمایا: اگر تم رسولُ اللہ (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) کی سنّت میں بھی نہ پاؤ تو؟ عرض کی: اپنی رائے (اور علم) سے قیاس کروں گا اور کوتاہی (یعنی کمی) نہ کروں گا۔ تو رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ان کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا: تمام تعریفیں اللہ پاک کے لئے ہیں جس نے اللہ کے رسول کا پیغام لے کر جانے والے کو اس (اچھے طریقے) کی توفیق دی جس سے اللہ کا رسول راضی ہے۔(مشکاۃ المصابیح، کتاب الامارۃ والقضاء، باب العمل فی القضاء۔۔۔ الخ، ۲/۱۴، حدیث: ۳۷۳۷)

{} حدیث میں ہے: میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تم ان میں سے جس کی پیروی کروگے ہدایت پالوگے۔(مشکاۃ المصابیح، کتاب المناقب، باب مناقب الصحابۃ، ۲/۴۱۴، حدیث: ۶۰۱۸)

{} بعض علماء بہت بڑے درجے کے ہوتے ہیں، انہیں مُجتہِد کہتے ہیں۔ یہ علماء قرآن و حدیث کو سمجھ کر اُس میں سے دین کے مسائل نکال کر بتاتے ہیں۔ علماء کرام ان مسائل کو سمجھ کر عام لوگوں کو سمجھاتے ہیں پھر عام لوگ دین کے مسائل پر عمل کرتے ہیں۔

{} یہ بڑے بڑے علماء شرعی طور پر قرآن و حدیث سمجھ کر کوئی دینی مسئلہ بتانے کی صلاحیت (ability) رکھتے ہیں۔ جب ایسے علماء دین کا کوئی مسئلہ بتاتے ہیں یا دین کے جس مسئلے پر عمل کرتے ہیں، تو اِسے اپنے اوپر لازم سمجھ کر ان کی پیروی کرنا، **تقلید** کرنا کہلاتا ہے۔(مفہوماً ماخوذ اَز تسہیلاً جاء الحق)

{} تقلید مخصوص (specific) علماء ہی کی ہے، کسی کی غیر شرعی پیروی کی اجازت نہیں۔ اللہ پاک فرماتا ہے، ترجمہ (Translation): اور جب ان سے کہا جائے کہ جو اللہ پاک نے نازل فرمایا ہے اس کی طرف اور رسول کی طرف آؤ تو کہتے ہیں کہ ہمیں وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ کیا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ جانتے ہوں اور نہ انہیں ہدایت ہو۔ (پ ۲، سورۃ البقرۃ، آیت ۱۷۰) (ترجمہ کنز العرفان)

{} اللہ پاک نے ہمیں اس طرح دعا مانگنے کا حکم دیا، ترجمہ (Translation): ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے احسان کیا۔ (پ ۱، سورۃ الفاتحہ، آیت ۵) (ترجمہ کنز العرفان) اس آیت سے معلوم ہوا کہ صراط مستقیم (یعنی سیدھا راستہ) وہی ہے۔ جس پر اللہ کے نیک بندے چلے ہوں۔ بڑے بڑے علماء اور مشہور اولیاءِ کرام نے اپنے سے بڑے علماء کی پیروی اور تقلید کی۔ (ماخوذاً جاء الحق)

{} آج کے دور میں چار (4) بڑے علماء کی پیروی اور تقلید کی جاتی ہے: (1) امامِ اعظم (2) امام شافعی (3) امام مالک (4) امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ۔ دنیا میں کروڑوں مسلمان، ان کی پیروی کرتے ہیں۔ پاک و ہند وغیرہ میں امامِ اعظم رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کی پیروی اور تقلید کرنے والے زیادہ ہیں۔ اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کچھ اس طرح فرماتے ہیں: جو ان میں سے جس کی پیروی کرے اور زندگی بھر پیروی کرتا رہے، کبھی کسی مسئلے میں ان کے خلاف نہ چلے تو وہ ضرور صراطِ مستقیم اور سیدھے رستے پر ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ۲۷/ ۶۴۴)

---

103 "بارش برسنے لگی"

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کی خدمت میں ایک نُجُومی (astrologer) حاضر ہوا، آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے اُس سے فرمایا: آپ کے حساب سے بارِش کب ہو گی؟ اس نے کہا: "اس مہینے میں پانی نہیں، بارش نہیں ہو گی۔ " اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے فرمایا: اللہ پاک ہر بات پر قادِر ہے وہ چاہے تو آج ہی بارِش ہو جائے۔ آپ سِتاروں کو دیکھ رہے ہیں اور میں ستاروں کے بنانے والے، اللہ پاک کی قدرت اور طاقت کے

بارے میں سوچ رہا ہوں۔ دیوار پر گھڑی (clock) لگی ہوئی تھی آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے اُس سے فرمایا: کتنے بجے ہیں ؟ عَرض کی: سوا گیارہ (11:15am)۔ فرمایا: بارہ بجنے میں کتنی دیر ہے؟ عرض کی: پون گھنٹہ (45 minutes)۔ فرمایا: ابھی بارہ بج سکتے ہیں یا نہیں ؟ عَرض کی: نہیں، یہ سُن کر اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اُٹھے اور گھڑی کی سُوئی گھمادی، فوراً ٹن ٹن بارہ بجنے لگے۔ نُجُومی سے فرمایا: آپ تو کہتے تھے کہ ابھی بارہ بج ہی نہیں سکتے۔ تو اب کیسے بج گئے ؟ عَرض کی: آپ نے سُوئی گھمادی۔ اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: اللہ پاک قادِر ہے کہ جس سِتارے کو جس وَقت چاہے جہاں چاہے پہنچادے۔ میرا ربّ چاہے تو آج اور ابھی بارِش ہونے لگے۔ اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے اِتنا کہا ہی تھا کہ چاروں طرف بادل آگئے اور بارِش شروع ہو گئی۔

(انوارِ رضا، ص۳۷۵ ضیاء القرآن پبلی کیشنز مرکز الاولیاء لاہور ملخصاً)

اس حکایت سے معلوم ہوا کہ عالم صاحب، اللہ پاک کی قدرت پر زیادہ یقین رکھنے والے ہوتے ہیں۔ علمِ دین کی بہت برکتیں ہیں، ہمیں علمِ دین حاصل کرنا چاہیے۔

تعارُف (Introduction):

اعلیٰ حضرت، رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ بہت ہی بڑے عالم تھے یہاں تک کے عرب شریف اور دیگر ملکوں کے بڑے بڑے عالموں نے آپ کو مُجدّد کہا (یعنی آپ اتنے بڑے عالم تھے کہ سو سال میں ایسا عالم نہیں ہوا)۔ آپ ایسے عاشقِ رسول تھے کہ آپ کے ہوتے ہوئے کوئی پیارے آقا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شان کے خلاف کوئی بات نہ کر سکتا تھا۔ کچھ لوگوں نے مسلمانوں کے دلوں میں پیارے آقا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شان کم کرنے کی کوشش کی تو آپ نے مسلمانوں کو ان سے بچایا اور عشقِ رسول کو خوب عام کیا۔ آپ پچاس (50) قسم کے علم کے عالم تھے۔ آپ نے قرآنِ پاک کا ترجمہ بھی کیا جس کا نام: ترجمۂ **کنزالایمان** ہے جو عاشقانِ رسول کے لیے بہت بڑی نعمت ہے۔ آپ نے تقریباً ایک ہزار کتابیں لکھیں۔ آپ چوّن (54) سال تک مسلمانوں کو دینی مسائل کے فتوے لکھ لکھ کر دیتے رہے۔ اعلیٰ حضرت، رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے جو فتوے ملے، انہیں جمع کیا گیا، عربی وغیرہ کا ترجمہ کیا گیا تو یہ تیس (30) جلدوں (volumes) کا **فتاویٰ رضویہ** بن گیا، جس کے صفحات (pages) تقریباً **21656** ہیں۔

سلسلہ قادریہ کی شان:

حضور غوث اعظم رَحمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: بے شک میرا ہاتھ میرے مرید پر ایسا ہے جیسے آسمان زمین پر ہے۔(بہجۃ الاسرار، ص ۱۹۳)

----

104 "سانپ نُما جِن"

ولیوں کے سردار، شَہَنشاہِ بغداد، سرکار غوثُ الاعظم رَحمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اپنے مدرَسے (مَد۔رَ۔سے) کے اندر اجتماع میں بیان فرمارہے تھے کہ چھت پر سے ایک **سانپ** آپ رَحمَۃُ اللہِ عَلَیْہ پر گرا۔ لوگ گھبرا گئے (panicked ہوگئے)، ہر طرف خوف پھیل گیا مگر سرکارِ بغداد رَحمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ **سانپ** آپ رَحمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے کپڑوں میں گھس گیا اور تمام جسمِ مبارک سے لپٹتا ہوا گِریبان شریف (collar) سے باہر نکلا اور گردن مبارک پر لپٹ گیا۔ مگر قربان جایئے! میرے مرشد شَہَنشاہِ بغداد رَحمَۃُ اللہِ عَلَیْہ پر کہ ذرّہ برابر نہ گھبرائے نہ ہی بیان بند کیا۔ اب **سانپ** زمین پر آگیا اور دُم پر کھڑا ہوگیا اور کچھ کہہ کر چلا گیا۔ لوگ جمع ہوگئے اور عرض کرنے لگے: حضور! **سانپ** نے آپ رَحمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے کیا بات کی؟ ارشاد فرمایا: **سانپ** نے کہا: "میں نے اللہ پاک کے بہُت سارے ولیوں رَحمَۃُ اللہِ عَلَیْہِم کو تنگ کیا ہے مگر آپ جیسا کسی کو نہیں پایا۔" (مُلَخَّص از بہجۃ الاسرار لِلشَّطنوفی ص ۱۶۸)

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا
اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا

تَعارُف (Introduction):

غوثِ پاک سیّد عبدُ القادر رَحمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کا اسمِ مبارک "عبدالقادر" آپ رَحمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی کُنیَت (kunyah) "ابو محمد" اور القابات "محی الدین"، "غوثُ الاعظم" وغیرہ ہیں۔ آپ رَحمَۃُ اللہِ عَلَیْہ ۴۷۰ھ میں بغداد شریف کے قریب جیلان میں پیدا ہوئے اور ۵۶۱ھ میں بغداد شریف میں انتقال فرمایا، آپ رَحمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کا مزار شریف

مُلک عراق کے مشہور شہر بغداد شریف میں ہے۔(بہجۃ الاسرار ومعدن الانوار، ذکر نسبہ وصفتہ، ص ۱۷۱، ابو صالح سیدی عبدالقادر الجیلی، ج ۱، ص ۱۷۸) آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ والد صاحب کی طرف سے حسنی (امام حسن رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی اولاد) ہیں اور والدہ صاحبہ کی طرف سے حسینی (امام حسین رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی اولاد اور) سیّد ہیں۔(بہجۃ الاسرار، معدن الانوار، ذکر نسبہ، ص ۱۷۱)

آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے ابتدائی تعلیم جیلان میں حاصل کی، پھر مزید تعلیم کے لئے 488 سنِ ہجری میں بغداد تشریف لائے اور علمِ دین حاصل کیا اور بہت ہی بڑے عالم بنے۔(نزہۃ الخاطر الفاتر، ۲۰ بتغیر) ایک مرتبہ ایک سوال آیا کہ ایک شخص نے تین طلاقوں کی قسم اس طرح کھائی ہے کہ وہ اللہ پاک کی ایسی عبادت کرے گا کہ جس وقت وہ شخص اُس عبادت کو کرے گا تو لوگوں میں سے کوئی شخص بھی وہ عبادت نہ کر رہا ہو، اگر وہ ایسا نہ کر سکا تو اس کی بیوی کو تین طلاقیں ہو جائیں۔ علماء کرام نے یہ مسئلہ غوثِ پاک سیّد عبدُ القادر رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی طرف بھیجا تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فوراً اس کا جواب ارشاد فرمایا کہ وہ شخص مکہ مکرمہ چلا جائے اور طواف کی جگہ صرف اپنے لئے خالی کرائے اور اکیلے طواف کرکے اپنی قسم کو پورا کرے۔(بہجۃ الاسرار، ص: ۲۲۶)

ان دونوں حکایات سے ہمیں یہ درس (lesson) ملا کہ اللہ کے ولی، اللہ پاک پر بھروسہ رکھنے والے ہوتے ہیں اور اللہ کے ولی بہت بڑے عالم بھی ہوتے ہیں۔ ہمیں اگر نیک بننا ہے تو عبادت کے ساتھ ساتھ علم بھی حاصل کرنا ہوگا۔

سلسلہ قادریہ کی شان:

سرکارِ بغداد غوثِ پاک سیّد عبدُ القادر رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں اپنے مرید بلکہ ان کے مریدوں کا سات پشت (یعنی اولاد پھر اُس کی اولاد) تک ہر ایک معاملے کا ذمہ دار ہوں اور اگر میرے مرید کا ستر (کپڑا وغیرہ) مشرق میں کھل جائے اور میں مغرب میں ہوں تو میں اس کو چھپانے والا ہوں۔(بہجۃ الاسرار، ص ۱۹۱)

{} اللہ پاک فرماتا ہے، ترجمہ (Translation): بیشک اللہ ایمان والوں سے راضی ہوا جب وہ درخت کے نیچے تمہاری بیعت کر رہے تھے۔(پ۲۶، سورۃ الفتح، آیت۱۸)(ترجمہ کنزالعرفان)

{} مسلم شریف میں ہے، حضرتِ عُبادہ بن صامِت رَضِیَ اللہُ عَنْہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پاک کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ ایک مجلس میں تھے، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: تم لوگ مجھ سے اس پر بیعت کرو پھر آپ نے مُختلف باتوں پر بیعت لی۔(مسلم، کتاب الحدود، باب الحدود کفارات لاھلھا...الخ، ص۹۳۹، حدیث:۷۰۹ ملخصاً)

{} حضرتِ امام فخرُ الدّین رازی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ تفسیرِ کبیر میں نقل فرماتے ہیں: جب مکّہ پاک میں ستّر (70) صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے مُختلف باتوں پر بیعت کی تو صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم! جب ہم ایسا کرلیں گے تو ہمیں کیا صِلہ ملے گا؟ تو اللہ پاک کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: جنّت۔ صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ نے عرض کی: یہ تو فائدے والی بیعت ہے، ہم اس بیعت کو نہ توڑیں گے اور نہ ہی توڑنے کا کہیں گے، اس پر یہ آیت نازِل ہوئی، ترجمہ (Translation)(ترجمہ کنزالعرفان): بیشک اللہ نے مسلمانوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال اس بدلے میں خرید لئے کہ ان کے لیے جنت ہے۔ (پ۱۱، التوبۃ:۱۱۱)(تفسیرِ کبیر، پ۱۱، التوبۃ، تحت الآیۃ:۱۱۱، ۶/ ۱۵۰)

{} پیری، مریدی میں بیعت یہ ہے کہ کسی صحیح پیر کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر دین پر عمل اور روحانیت (spirituality) حاصل کرنا کہ بغیر پیر صاحب کے یہ راستہ طے نہیں ہو سکتا۔ کتابیں پڑھ لینا یا ورد وظیفہ کر لینا کافی نہیں، اس سفر میں آنے والی مشکلات پیر صاحب ہی کی وجہ سے دور ہوتی ہیں۔ اس منزل (destination) کو پانے کے لیے اپنا ہر کام، پیر صاحب کی رہنمائی کے مطابق کرے۔(فتاویٰ رضویہ جلد۲۱ صفحہ ۴۷۹ ماخوذاً)

{} جس مسلمان کے عقیدے (نظریے) صحیح اور قرآن وحدیث کے مطابق ہیں۔ علماء کی پیروی اور تقلید کو ضروری سمجھتا ہو، اولیاء کرام سے محبّت رکھتا ہو، وہ بے پیرا (یعنی بغیر پیر والا) نہیں بلکہ قرآن وحدیث سے رہنمائی حاصل کرنے والا ہے۔(فتاویٰ رضویہ جلد۲۱ صفحہ ۴۷۹، ماخوذاً)

{} پیر کے لیے چار شرطیں ہیں، بیعت سے پہلے یہ باتیں دیکھنا ضروری ہیں:{1} سُنّی صحیحُ العقیدہ ہو(اس کے اسلامی نظریے درست ہوں){2} اتنا علم رکھتا ہو کہ اپنی ضرورت کے دینی مسئلے کتابوں سے نکال سکے{3} فاسِقِ مُعلِن(سب کے سامنے گناہ کرنے والا جیسے: داڑھی صاف کروانے والا یا کٹوا کر ایک مُٹھی سے کم کرنے والا، دو چار انگوٹھیاں یا چھلا(بغیر نگینے کی انگوٹھی) پہننے والا) نہ ہو{4} اُس کا سلسلہ نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تک ملا ہوا ہو(یعنی اُن پیر صاحب کو کسی پیر صاحب نے بیعت کروانے کی اجازت دی ہو اور اُن کو کسی اور پیر صاحب نے، اس طرح اوپر جاتے جاتے صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْھُمْ سے ہوتے ہوئے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تک یہ سلسلہ پہنچتا ہو)۔(بہارِ شریعت، فتاوی رضویہ ج۲۱ ص۶۰۳ ملخصا) اگر کسی پیر کے اندر ان چاروں میں سے ایک بھی شرط کم ہو تو اس کا مُرید بننا جائز نہیں۔(سانپ نما جن ص ۲۲،۲۱)

{} کوئی پیر بلکہ ولی بھی ایسا نہیں کہ جس پر نماز معاف ہو یا اُس پر شریعت اور دین کے حکم پر عمل کرنا ضروری نہ ہو۔ سب دین اور شریعت کے پابند(obliged) ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں عمل کی کیا ضرورت ہم منزل(destination) تک پہنچ گئے۔ ایسوں کے بارے میں حضرت جُنید بغدادی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: وہ سچ کہتے ہیں کہ **ہم پہنچ گئے**، بیشک پہنچ گئے، مگر کہاں؟ جہنم میں۔(الیواقیت والجواھر، المبحث السادس والعشرون، ص۲۰۶)

{} بلا وجہ شرعی **پیر کامل** کی بیعت توڑنا ناجائز ہے کہ اس میں پیر کامل کو تکلیف پہچانا بھی ہے۔(فتاویٰ رضویہ جلد ۲۷ ص۵۷۷، ماخوذاً)

{}:"بذریعہ قاصِد(نمائندہ) یا خط مُرید ہو سکتا ہے"۔(فتاویٰ رضویہ جلد ۲۶ صفحہ ۵۸۵) جب نُمائندے یا خط کے ذَریعے مُرید ہو سکتا ہے تو ٹیلی فون اور لاؤڈ اسپیکر پر تو بدرجہ اَولیٰ بیعت ہو سکتی ہے۔

---

106 "آلِ رسول(سیّد صاحب) نے نصیحت نہ کی"

ایک مرتبہ حضرت داؤد طائی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے سلسلہ قادریہ کے شیخ امام جعفر صادق رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ سے عرض کی: آپ اہلِ بیت میں سے(یعنی سیّد صاحب) ہیں، اس لئے مجھے کوئی نصیحت(advice) فرمائیں۔ لیکن

وہ خاموش رہے ۔ جب آپ نے دوبارہ عرض کی کہ اہلِ بیت ہونے کی وجہ سے اللہ پاک نے آپ کو فضیلت (excellence) دی ہے، تو نصیحت کرنا آپ کے لئے ضروری ہے۔ یہ سن کر امام جعفر رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا: مجھے تو خود یہ خوف ہے کہ کہیں قیامت کے دن میرے نانا جان صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میرا ہاتھ پکڑ کر یہ نہ پوچھ لیں کہ تو نے خود میری پیروی (obeying) کیوں نہیں کی ؟ کیونکہ نجات کا تعلق نسب (یعنی خاندان) سے نہیں بلکہ نیک اعمال پر ہے۔ یہ سن کر حضرت داؤد طائی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو رونا آگیا کہ وہ بزرگ جو پیارے آقا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے خاندان سے ہیں، جب یہ اللہ پاک کا اتنا خوف رکھتے ہیں، تو مجھے کتنا زیادہ رکھنا چاہیے ؟ (تذکرۃ الاولیاء عربی، ص ۴۲)

اس حکایت (سچے واقعے) سے ہمیں پہلی بات تو یہ پتہ چلی کہ جب کسی بزرگ یا عالم دین سے ملاقات ہو تو ان سے علم کا سوال کیا جائے، دوسری بات یہ پتہ چلی کہ بزرگوں سے نسبت اور تعلق ہونے کے باوجود نیک کام کرنے چاہئیں بلکہ زیادہ کرنے چاہئیں۔

تعارُف (Introduction):

حضرت امام جعفر صادِق رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ 17 ربیع الاول 83 سنِ ہجری پیر شریف کے دن مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے ۔ آپ کی کُنْیَت (kunyah) ابوعبداللہ اور ابو اسماعیل جبکہ لقب (title) صادق، فاضل اور طاہر ہے۔ آپ حضرت امام محمد باقر رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ کے بڑے بیٹے ہیں، آپ رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ کی والدہ حضرتِ سیدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی پوتی تھیں۔ آپ آلِ رسول (یعنی سیّد) اور سلسلہ قادریہ کے بزرگ ہیں۔ امام جعفر صادق رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے 68 برس کی عمر میں 15 رَجَبُ الْمُرَجَّب 148 ہجری کو وفات پائی۔ آپ کا مزار، مدینے شریف کے مشہور قبرستان جنتُ البقیع میں والدِ محترم حضرت سیدنا امام محمد باقر رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ کے قریب ہے۔ (سیر اعلام النبلاء، ۶/۲۶۹، شواہدُ النّبوہ، ص ۲۴۵) اہلِ بیت سے محبت کرنے والے پندرہ (15) رجب کو، ان کی نیاز میں، ایصال ثواب (یعنی انہیں ثواب پہنچانے) کے لیے کھیر پوری کھلاتے ہیں۔

آلِ رسول رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی شان:

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کہتے ہیں: میں جب بھی حضرت امام جعفر صادق رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو دیکھتا ہوں تو جان لیتا ہوں کہ یہ انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی اولاد میں سے ہیں۔(حلیۃ الاولیاء، ۳/۲۲۵، رقم:۳۷۸۲)

---

107 "وسیلے کی برکت"

حضرت حسن بن ابراہیم حنبلی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ بہت بڑے بزرگ اور عالم تھے، آپ فرماتے ہیں: جب مجھے کوئی مشکل پیش آتی ہے، میں حضرت امام موسی کاظم بن جعفر صادق رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِما (جو کہ سیّد صاحب اور سلسلہ قادریہ کے بزرگ ہیں) کے مزار پر حاضر ہو کر ان کے وسیلے سے دعا مانگتا ہوں تو اللہ پاک میری دعا قبول فرماتا ہے اور میرا کام آسان فرما دیتا ہے۔(تاریخ بغداد، ۱/۱۳۳)

اس سچے واقعے سے معلوم ہوا کہ اللہ کے ولیوں کے مزاروں پر حاضر ہو کر ان کے وسیلے سے دعا کرنا بہت اچھا کام ہے۔ یہ طریقہ ہمارے بزرگوں کا ہے اور اس میں دعا قبول ہونے کی زیادہ امید ہے، ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ کوئی عالم بھی ہو تو وہ بھی مزارات پر حاضر ہو کر فیض حاصل کرے۔

تعارُف(Introduction):

آلِ رسول(یعنی سیّد)، سلسلہ قادریہ کے بزرگ، حضرت سیّد موسیٰ کاظم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ 128 سنِ ہجری کو پیدا ہوئے، نام موسیٰ، کُنیت(kunyah) ابوالحسن اور القابات صابر، صالح اور مشہور لقب(title) کاظم ہے، آپ حضرت امام جعفر صادق کے بیٹے ہیں، بہت زیادہ عبادت کرنے والے سخی تھے، غصے پر قابو پا لیتے تھے جس کی وجہ سے آپ کو کاظم (یعنی غصہ پی جانے والا) لقب ملا۔ 183 ہجری میں 55 سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔

(تاریخ بغداد، ۱/۱۳۳-۱۳۷ ملتقطا)

آلِ رسول رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی شان:

امام شافعی رَحۡمَۃُ اللّٰہِ عَلَیۡہ کچھ اس طرح فرماتے ہیں: تجربہ (experience) ہے کہ آلِ رسول (یعنی سیّد)، حضرت موسیٰ کاظم رَحۡمَۃُ اللّٰہِ عَلَیۡہ کی قبر شریف پر دعا قبول ہوتی ہے۔(اشعۃ اللمعات،۱/ ۷۶۲ ملخصاً) آپ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ عَلَیۡہ ساری رات عبادت میں اوردن روزے میں گزارتے تھے، کوئی آپ پر زیادتی کرتا تو آپ اسے معاف فرما دیتے، عراق والوں میں مشہور تھا کہ اللہ پاک سے دعا کر کے اپنے مسائل حل کروانے کے لیے آپ کا مزار شریف ایک دروازے کی طرح ہیں۔(نور الابصار، ص ۱۶۴، مُلخصاً)

---

108 ”سیّدوں کی شان“

{} ایک سیّد صاحب جب حضرت عمر بن عبد العزیز رَحۡمَۃُ اللّٰہِ عَلَیۡہ کے پاس کسی کام سے تشریف لائے تو آپ نے کہا: اگر آپ کو کوئی کام ہو تو آپ مجھے بُلا لیا کریں یا مجھے خط لکھ کر بھیج دیا کیجئے۔ آپ کو یہاں دیکھ کر مجھے شرمندگی ہو رہی ہے (I'm embarrassed)۔(نور الابصار، ص ۱۲۹)

{} حضرت علی خوّاص رَحۡمَۃُ اللّٰہِ عَلَیۡہ کچھ اس طرح فرماتے ہیں: سیّد صاحبان اگرچہ نسب میں رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ سے کتنے ہی دور ہوں (یعنی اولاد، ان کی اولاد، ان کی اولاد۔۔۔۔۔۔ میں سے ہوں) اُن کا ہم پر حق ہے کہ ہم اپنی خواہشوں پر اُن کی رضا اور خوشی کو اہمیت دیں، اُن کی بہت تعظیم (respect) کریں اور جب یہ حضرات زمین پر بیٹھے ہوں تو ہم اُونچی جگہ نہ بیٹھیں۔(نور الابصار، ص ۱۲۹)

{} ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحۡمَۃُ اللّٰہِ عَلَیۡہ کو کسی سیّد صاحب کی ضرورت کا پتہ چلا تو اُس وقت جتنی رقم آپ کے پاس موجود تھی، وہ سب رقم اُن کے سامنے رکھ دی۔ سیّد صاحب نے اُس میں سے تھوڑی رقم لی تو اُسی وقت آپ نے یوں فرمایا: حُضور! یہ سب آپ کے لیے ہے۔ سیّد صاحب بولے: مجھے اتنی رقم کافی ہے۔ پھر جب وہ جانے لگے تو اعلیٰ حضرت رَحۡمَۃُ اللّٰہِ عَلَیۡہ بھی اُن کو چھوڑنے کے لیے ساتھ گئے۔ جب وہ چلے گئے تو اپنے خادم سے فرمایا: دیکھو! سیّد صاحب کو آئندہ اپنی ضرورت پر پریشان نہ ہونا پڑے۔(حیاتِ اعلیٰ حضرت، ۱/ ۱۸۹ ملخصاً)

{} امیرِ اہلسنّت، محمد الیاس عطّار قادری دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ سیّدوں کی بہت تعظیم (respect) کرتے ہیں، ملاقات کے وقت اگر بتادیا جائے کہ یہ سیّد صاحب ہیں تو کبھی اُن کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں، کبھی اپنے برابر بٹھالیتے ہیں اور کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ سیّد صاحب کے ہاتھ چُوم لیا کرتے ہیں۔ چھوٹے بچے جو سیّد ہوتے ہیں، ان سے بہت زیادہ محبت اور شفقت سے پیش آتے ہیں۔

{} امام عبدُالوہاب شعرانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کچھ اس طرح فرماتے ہیں: کسی شخص نے ایک سَیِّد صاحِب کو مارا تو اُسے اسی رات خواب میں حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اِس حال میں زِیارت ہوئی کہ آپ نے اپنا منہ شریف دوسری طرف کیا ہوا تھا۔ اُس نے عَرض کی: یارسولَ اللہ! میرا کیا گناہ ہے؟ فرمایا: تُو مجھے مارتا ہے، حالانکہ میں قِیامت کے دِن تیری شفاعت کرنے والا ہوں۔ اُس نے عَرض کی: یارسولَ اللہ! مجھے یاد نہیں کہ میں نے آپ کو مارا ہو۔ ارشاد فرمایا: کیا تُو نے میری اَوْلاد کو نہیں مارا؟ اُس نے عَرض کی: ہاں۔ فرمایا: تیری ضَرب (یعنی مار) مجھے ہی لگی۔ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنا مُبارَک ہاتھ نکال کر دِکھایا جس پر وَرم تھا (اس طرح سوجا (swollen) ہوا تھا) جیسے کہ شہد کی مَکّھی نے کاٹا ہو۔ (الشرف المؤبد، ص ۱۰۴)

{} سیّد صاحبان بھی توجہ فرمائیں!

حضرتِ عبد اللہ بن مبارَک رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ ایک بار کہیں تشریف لئے جارہے تھے کہ راستے میں ایک سیِّد صاحِب مل گئے اور کہنے لگے: آپ کی بھی کیا خوب شان ہے اور ایک میں بھی ہوں کہ سیِّد ہونے کے باوُجود مجھے کوئی نہیں پوچھتا! آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے فرمایا: میں نے آپ کے جدِّ اعلیٰ (نانا محترم) مکّی مَدَنی مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی سنّتوں کو اپنایا تو خوب عزّت پائی مگر آپ نے اپنے نانا جان کی سنّتوں کو نہ اپنایا تو آپ پیچھے رہ گئے! عبد اللہ بن مبارَک رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ رات جب سوئے تو خواب میں پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی زِیارت ہوئی، چہرے پر ناراضی معلوم ہو رہی تھی، کچھ اس طرح فرمایا: تم نے میری آل (یعنی اولاد) کو طعنہ (taunt) کیوں دیا! آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ بے چین ہو کر اُٹھے اور صبح ہوتے ہی مُعافی مانگنے کیلئے سیِّد صاحِب کی تلاش میں نکل گئے۔ دوسری طرف وہ سیّد صاحب بھی انہیں ڈھونڈ رہے تھے، دونوں کی ملاقات ہوئی۔ حضرت عبد اللہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللّٰہِ

عَلَیْہ نے اپنا خواب سنایا۔ سیِّد صاحِب نے سُن کر کہا: مجھے بھی رات میرے نانا جان صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے خواب میں تشریف لا کر کچھ اس طرح فرمایا: تمہارے اعمال اچّھے ہوتے تو عبد اللہ بن مبارک تم سے یہ بات کیوں کرتے! عبد اللہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے سیِّد صاحِب سے بہت معافی مانگی اور سیِّد صاحِب نے بھی نیکیاں کرنے کی اچّھی اچّھی نیّتیں کیں۔ (ماخوذ از تذکرۃ الاولیاء جزء اول ص ۷۰ ملخصاً)

{} اگر کوئی شخص ایسی بات کہہ دے کہ جس پر علماء کرام اور مُفتیانِ کرام یہ فرما دیں کہ اب وہ مسلمان نہیں رہا اور ایسی بات کرنے والا پہلے سیِّد بھی تھا تو اب وہ سیِّد نہیں رہا۔ (کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب ص ۲۸۸)

{} بد مذہبوں اور گمراہ لوگوں کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا حرام ہے اور بد مذہب ہو جانے کا خطرہ ہے۔ (ملفوظات اعلیحضرت ص ۲۷۷، مُلخصاً) اللہ پاک کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں: انھیں اپنے سے دور کرو اور ان سے دور بھاگو وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں کہیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈالیں۔ (صحیح مسلم مقدمہ، باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء۔۔ الخ، الحدیث ۷، ص ۹)

{} سنّی عالم، سیّد صاحب سے افضل ہیں۔ (فتاوی رضویہ جلد ۲۹، ص ۲۷۴)

اللہ پاک ہمیں اور ہماری نسلوں کو سیّد زادوں کی تعظیم (respect) کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ((اے اللہ! اس دعا کو) قبول فرما (ہمارے) امانت دار (غیب اور چھپی ہوئی باتوں کی خبر دینے والے) نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی عزّت و شان کے صدقے میں)

~~~~~~
~~~~~~